تتلی
رمیش بخشی

نہرو بال پستکالیہ

تتلی - تتلی

مصنف
رمیش بخشی

مصور
سدھا ستیہ بسو

اردو ترجمہ
تعظیم احمد

nbt

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا
نئی دہلی

1983 (ساکا 1905)

قیمت Rs. 2.50

PUBLISHED BY THE DIRECTOR, NATIONAL BOOK TRUST, INDIA, A-5 GREEN PARK, NEW DELHI-110016 AND PRINTED AT ROLAND PRESS (INDIA) PVT. LTD., B-214, OKHLA INDUSTRIAL AREA, PHASE I, NEW DELHI 110020

تلی ـ تتلی

سنو!
ایک تھی تتلی ـ جہاں وہ رہتی تھی لوگ اسے بنگالی باغ کہتے تھے ـ
میری بات سنی جا رہی ہے نا ؟
مالی بنگالی تھا' مالک بھی بنگالی ـ باغ تھا بنگلے کا باہری حصہ ـ آس پاس
چاکلیٹ کے رنگ کی باڑ تھی ـ

rekhta
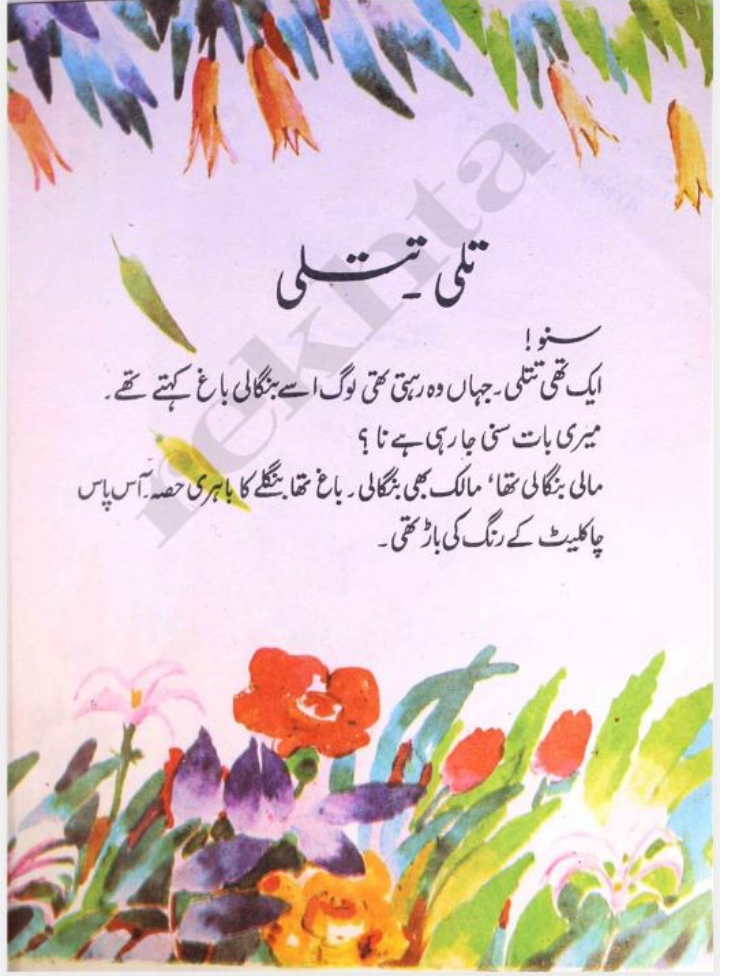
کیاری، کیاری کے اندر کیاری۔ کوئی ایسی کوئی ویسی۔
گرمی میں بیلا کھلتا تو سردی میں دوسرے پھول۔ گلاب تین رنگ کے تھے۔ ایک گلابی رنگ کا، دوسرا لال رنگ کا، تیسرا پیلے رنگ کا۔

اس بنگالی باغ میں،
بنگالی بابو کئی بار، کبھی صبح کبھی شام اور جب جی چاہے، گانا گاتے تھے۔ گانا بھی پھولوں والا، جو اچھا تھا۔

ہاں، ایک پیڑ چمپا کا بھی تھا۔ پھول کھلتے تو پھول جیسی للی دھیرے دھیرے ان کے پاس جاتی اور پھولوں کو اپنے کان میں پہن لیتی۔ اس باغ میں ایک کنبہ رہتا تھا۔

بس یوں سمجھو کہ کان میں جو پھول پہن لیتی وہی اس کا کنبہ تھا۔ یوں سمجھو کہ رنگ ہی رنگ۔ ساری قوسِ قزح ان کے پروں پر ہوتی تھی۔ اس کنبے میں سب چپ رہتے تھے۔

اس کنبے میں رہنے والے اشارے سے بات کرتے یا چپ رہتے۔ نہ کسی سے گن گن سنی، نہ چن چن۔ پروں کے اشاروں سے وہ باتیں کرتے۔ ان کی ایک بیٹی تھی۔

لال رنگ کے فر والا، پیلے رنگ کے پائی پن والا، ہرے رنگ کے بٹن والا فراک یعنی پر پہنے رہتی تھی وہ۔

لیکن للی کے پاس اتنے رنگ نہیں تھے جتنے تلی کے پاس تھے۔

ہاں تپاپا یعنی اس کے پاپا اور تماما یعنی اس کی ممی، اسے تلی کہتے تھے، تتلی نہیں۔

تپاپا اور تماما تلی کو خوب پیار کرتے۔ وہ اسے بیچ میں رکھ کر جب آس پاس اڑتے تو سب دیکھتے ہی رہتے۔

اور تو اور تینوں جا کر جب گلابوں پر بیٹھتے تو پھول پھیکے لگتے کیونکہ ان کے پر بہت پیارے تھے۔

تو تلی بڑی ہونے لگی۔

اس کے پر پھیلے اور پھیلتے ہی چلے گئے۔ فر کا جو فراک تھا وہ لال ہری ساڑی لگنے لگا۔

تماما نے کہا: "صرف پھولوں پر بیٹھو اور خاص کر ان پھولوں پر جن میں رس ہو۔"

تپاپا نے کہا: "کانٹوں سے بچو۔ ذرا بھی تیرے پر (ساڑی جو پہلے فراک تھی) اگر ان سے چھو گئی تو تار تار ہو جائے گی ــــ اور ہاں پرندوں سے بھی الگ رہو۔"

ہوتے ہوتے ہوا یہ کہ تلی کو بنگالی باغ کے پھولوں کا رس بے مزہ لگنے لگا۔ جب جب تپاپا اور تماما آس پاس کے باغوں میں اٹھنے بیٹھنے جاتے تو للی اور تلی اکیلی رہ جاتیں۔

للی کئی بار اس کے آس پاس دوڑتی اور اسے بہکانے اور بہلانے میں اسے خوب مزہ آتا۔ کبھی یہ آگے کبھی وہ آگے۔

لیکن تلی کبھی پکڑ میں نہیں آئی۔

ویسے تلی اور للی میں کوئی فرق نہ تھا۔ تلی تتلی تھی، للی لڑکی!
لیکن للی کے پاس بٹر فلائی نٹ تھا۔ وہ تلی کو قید کرنا چاہتی تھی۔
جانتے ہو ناکہ اس جال میں تتلی پھنس جاتی ہے۔
ہاں! ایسے ہی ایک بار تلی نے دیکھا کہ اس کے باغ پر آسمان کا ایک ٹکڑا اڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔

وہ ایسے آرام سے اڑ رہا تھا کہ تلی کہاں تو پیلے رنگ پر بیٹھی تھی کہ اس کی ٹکٹکی بندھ گئی۔ غور سے دیکھا تو ایسا لگا کہ وہ اس کی قوم کا ہے جو نیلے رنگ کی پیاری سی بش شرٹ پہنے ہے۔

وہ اسے دیکھتی رہی۔ دیر تک دیکھتی رہی۔

لیکن اچانک جب وہ نیلی بش شرٹ یعنی نیلے آسمان کا ٹکڑا اس کے باغ میں گھس آیا تو وہ ڈری۔

وہ ایک پھول میں چھپ گئی۔
لیکن اس نے تلی کو دیکھ لیا۔
وہ مسکرایا
تلی اڑی اور للی کے سفید پھولوں کی طرف بڑھی۔
اس نے آنکھیں جھکا لیں لیکن تلی کے اتنے رنگ للی کے سفید پھولوں میں چھپیں تو کیسے۔
تلی پھول پھول، تو وہ پات پات۔
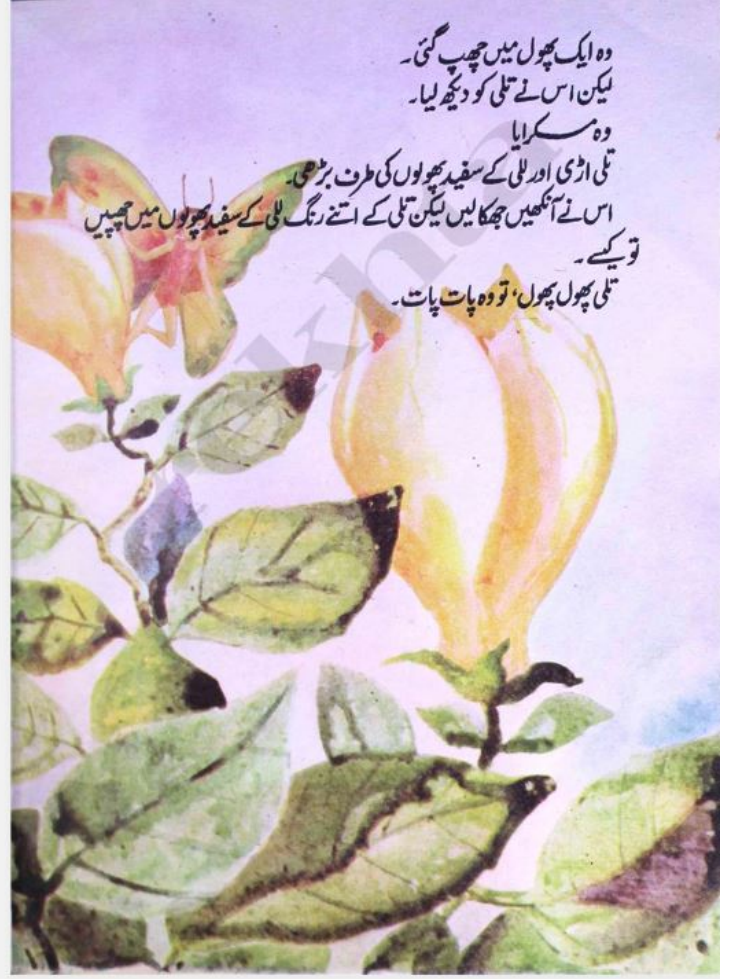
اچانک وہ بولا: "ڈرتی کیوں ہے ری تتلی۔ تیرا باغ پیارا لگا تو تیرے پاس آیا۔
کیا نام ہے تیرا ــــــ؟"
تلی چپ، کچھ نہیں بولی۔
وہی بولا: "میرا نام ہے تیتل اور میں راشٹرپتی کے مغل گارڈن میں رہتا ہوں۔
چلے گی وہاں؟"
"نہیں" تلی نے کہا۔ "تلی کہیں نہیں جاتی۔"
"اوہ! تو تیرا نام ہے تلی۔ تلی، لی، تلی۔"
اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی تیتل اڑ گیا، گاتا ہوا۔ اب تلی اوپر دیکھتی تو اسے تیتل کے پروں کے رنگوں سے بھرا آسمان دکھائی دیتا۔
تلی کو اپنے پیلے ہرے رنگوں پر بڑا ناز تھا۔
مگر اسے تیتل اتنا پیارا لگا کہ وہ سوچتی کہ نیلے رنگ کی کیوں نہ ہوئی۔

اور اسے آسمان کی طرف دیکھتے رہنے کی عادت پڑ گئی۔
تیتل پھر آیا۔
وہ بار بار آنے لگا۔
ایک دن وہ آیا تو اپنے باغ کے کسی پھول کا رس لے آیا اور زبردستی وہ اس نے تلی کے منہ میں ٹھونس دیا۔
تلی کو اس کا میٹھا مزہ بہت اچھا لگا۔ وہ بہت خوش ہوئی۔ اس نے گا کر کہا:
تی تل رے تی تل، تی تل، تی تل
وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔

ایک دن تیتل نے کہا "چل تجھے سیر کرا لاؤں۔"
تلی نے پھول دیکھے نہ پتے،
اٹھ چلی اس کے ساتھ۔

تیتل نے تلی کو تھام لیا اور لے اڑا۔ اوپر، اوپر اور اوپر، تلی نے اتنا کھلا آسمان، اتنا نیلا رنگ، ایسی کھلی ہوا، شہر، پیڑ اور بنگلوں سے اتنے اوپر کبھی سیر نہیں کی تھی۔ وہ خوش ہو گئی۔ اتنی خوش جیسے اس نے سارے گلابوں کا رس پی لیا ہو۔

پہلے اس کی دنیا تیاپا سے شروع ہو کر تماما پر ختم ہوتی تھی مگر اب ——

پھر وہ نیچے اترے۔ تیتل نے کہا: "اری تلی، اوپر اڑنا آسان ہے، نیچے اترنا مشکل، کیونکہ ہمارے پر نازک ہوتے ہیں۔"
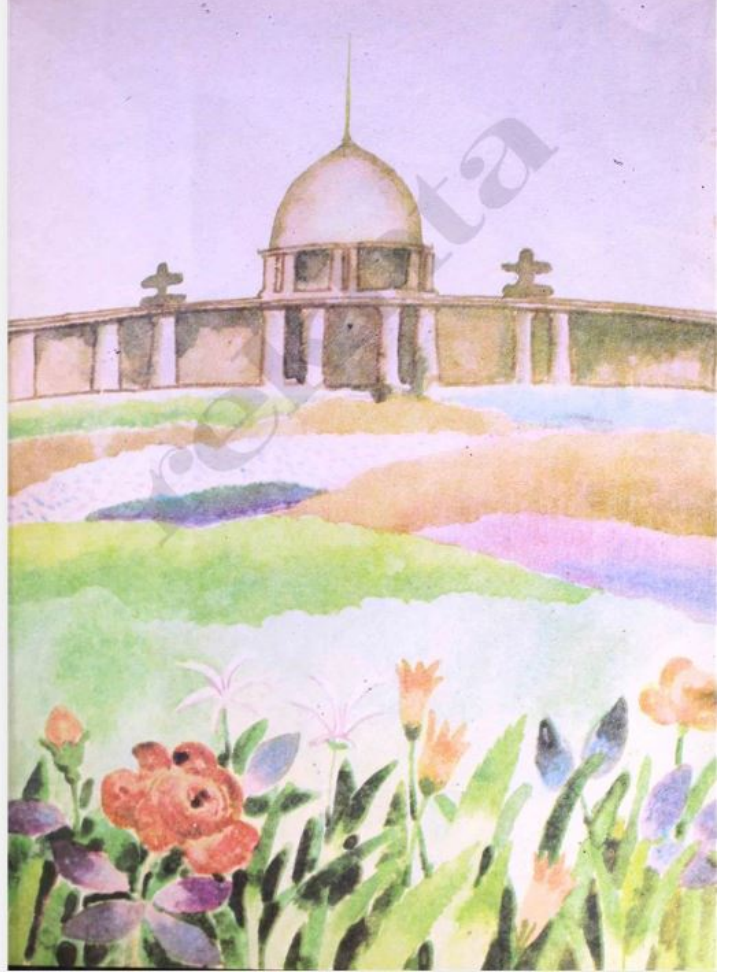
تلی نے آنکھیں بند کرلیں اور تیتل اسے نیچے اتار لایا۔
آنکھیں کھولیں تو وہ بھی تیتل کے باغ میں تھی۔
اتنے پھول۔ اتنے سارے پھول۔ اتنی طرح کے پھول۔ اتنے رنگ برنگے پھول!
تلی کو لگا کہ وہ ابھی نیچے نہیں اتری۔ اوپر کہیں کسی نیلے باغ میں گھوم رہی ہے۔
مزہ آگیا۔
تیتل کی دنیا عجیب تھی۔
وہ گاتا جھومتا کسی بھی پھول پر بیٹھ جاتا، رس پیتا اور اتنا پیتا کہ اس کے پر لڑکھڑا جاتے۔
لیکن تلی کو اس نے اڑنا سکھایا تھا۔
اوپر آسمان کی طرف اور نیچے زمین کی رنگ برنگی پہچان کرائی تھی۔
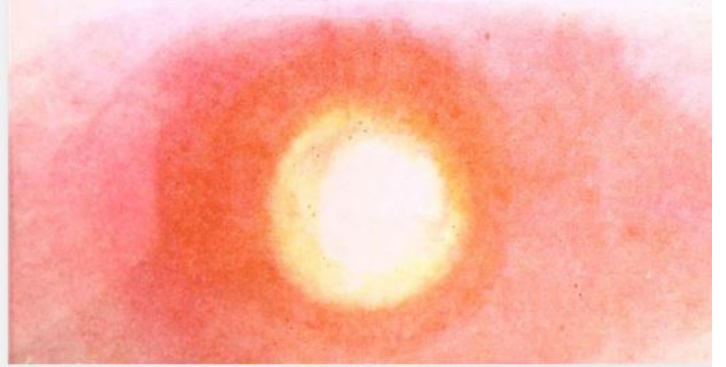
تیتل کہتا: "یہ رات ہے۔"
تلی کہتی، "ہاں رات ہے۔"
تیتل کہتا: "دن ہے۔"
تلی تائید کرتی: "ہاں دن ہی تو ہے۔"
تلی کو تیتل کا نیلا رنگ اچھا لگتا تھا
تو تیتل کو تلی کا پیلا، ہرا رنگ!
انھیں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہوئے کئی دن گزر گئے۔
بیلا یعنی موگرا یعنی موتیا کے پھول کھلے۔
پھر جوہی اور چنبیلی بھی پھولے۔
پھر آموں میں بور لگے۔
باغوں میں پھول کھلے، نئے نئے پھول۔

ایک دن تیتل اپنی مستی میں جھوم رہا تھا۔
تلی ایک پیلے پھول پر بیٹھی تماما کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے
دیکھا، کچھ جھنڈے اڑتے آرہے ہیں۔
وہ بھی کئی کئی رنگوں کے تھے۔
ان کے اڑنے سے تیز ہوا چلنے لگی تھی۔
تلی کو وہ ہوا اچھی لگی اور خود ہوا کو چھونے کے لیے اوپر اٹھی۔
ایک جھنڈے نے کہا۔ "آ تجھے آسمان دکھائیں۔"
"نہیں میں نے تیتل کے ساتھ آسمان دیکھ لیا ہے۔ میرا دوست خود آسمان ہے۔"

"چھوڑ بھی تیتل کو، تیتل وہی نا، نیلے رنگ کا ایک کیڑا۔"
"کیڑا کیوں کہا؟ نہیں نیلا تیتل کیڑا نہیں ہے۔"
وہ سب زور سے ہنسنے لگے۔ "پگلی" انھوں نے کہا
"دیکھ ہمیں، ہم جھنڈے کی طرح پھیراتے ہیں اور کبوتر کی طرح اڑان بھرتے ہیں۔"
تلی کو ان کی بات اچھی لگنے لگی۔
ان کا پھیرانا پیارا لگا۔
اس نے سوچا، تیتل کے ساتھ تو روز ہی اڑتی ہوں۔ آج ان کے ساتھ بھی سہی۔

تلی ان جھنڈوں کے ساتھ اڑنے لگی۔
جھنڈے کچھ دیر اس کے ساتھ رہے، پھر تیزی سے اوپر اڑ گئے۔
تلی کو ڈر سا لگا: "اب میں واپس جاؤں گی۔"
اور وہ جھنڈے تلی کو دھکا دے کر اور اوپر اٹھتے اڑتے چلے گئے۔

دیکھو تیتلی نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔
تلی نے نیچے اترتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔
نیچے سے ہوا کا دباؤ اس کے پروں سے سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا۔
تلی نے اور مضبوطی سے آنکھیں بند کرلیں اور نیچے گرنے لگی۔ تلی نے اب تک اڑنا ہی سیکھا تھا، اترنا نہیں۔
اس نے سوچا تھا کہ جس پھول پر سے اڑی ہے، اس پر جا گرے گی۔ لیکن ہائے افسوس!
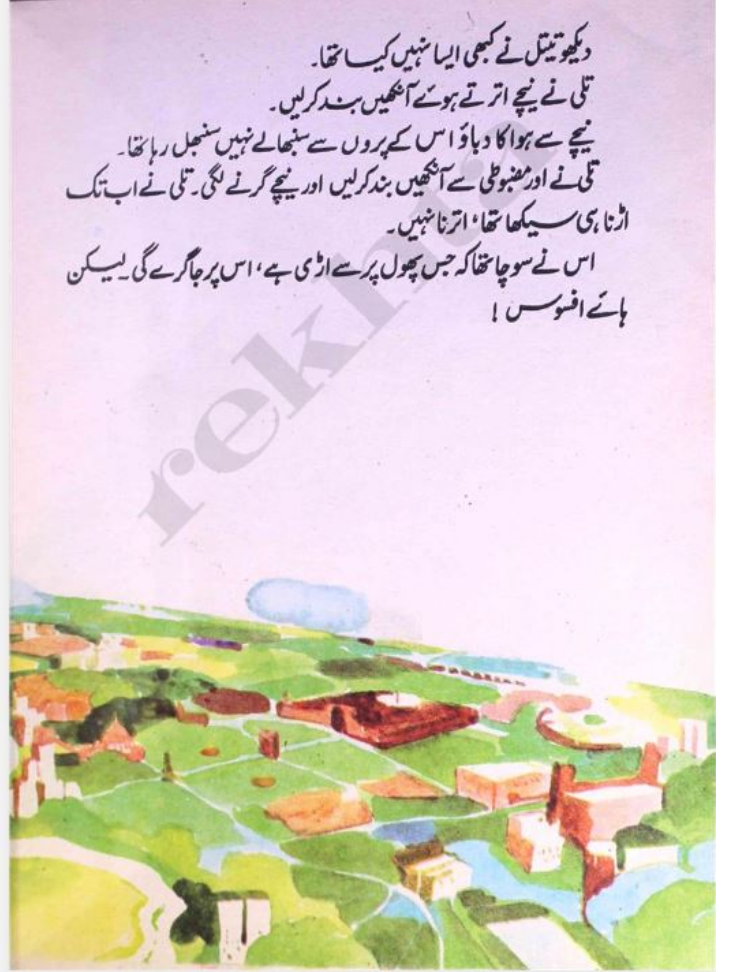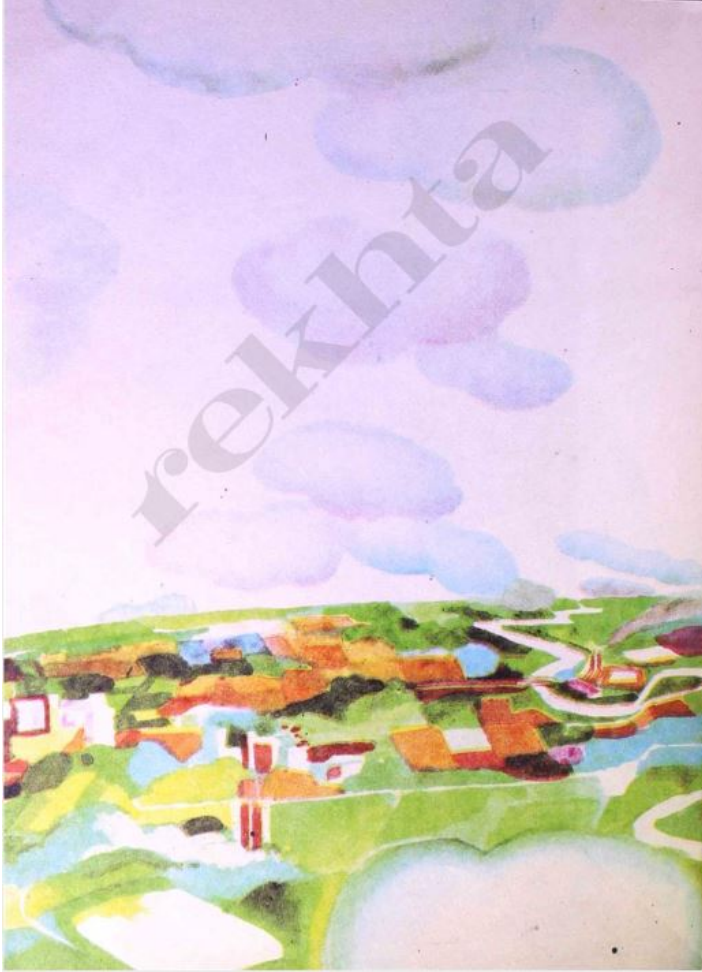
وہ گری کیکٹس پر، جس میں کانٹے ہوتے ہیں۔
تیتل نے کبھی یہ نہیں بتایا تھا کہ باغ میں پھول ہی نہیں کانٹے بھی ہوتے ہیں۔
کیکٹس میں کانٹے ہی کانٹے تھے۔
ہرے پیلے رنگ، ساڑی میں جتنے بھی رنگ تھے سب ہی چھلنی ہو گئے۔

تیتل نے چلاکر پوچھا: "تلی کہاں گئی تھی ؟ اور یہ حال کیا بنایا ہے اپنا ؟"
تلی کیا جواب دیتی۔
وہ اپنے کٹے پھٹے پروں کو دیکھ کر رو پڑی۔
"اب کیا ہوگا ؟" اس نے روتے روتے پوچھا۔
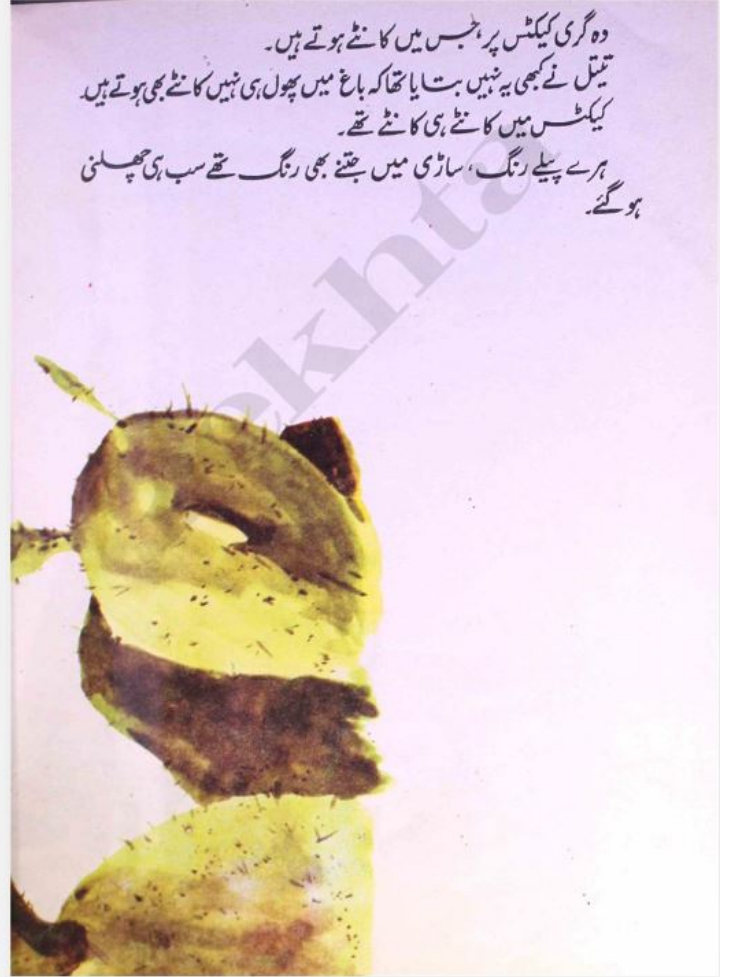
"ہمارے پر آدمیوں کے کپڑے نہیں ہیں کہ پھٹ جانے پر انھیں پھر سے سیا جا سکے۔ وہ ہمارے جسم کا حصہ ہیں۔" تیتل کی آواز گونجی اور تلی اور زور سے رونے لگی۔
غصے میں تیتل کے پر نیلے سے کالے ہو گئے۔
تم بھی دیکھو۔

rekhta

زور سے پیاس لگی تو للی سوتے سے جاگ پڑی۔
وہ رو کر بولی "ہائے ممی میرے پر!"
ممی نے للی کو سمجھایا "تیرے پر نہیں ہیں، تو فراک پہنے ہے۔"
"تو میرا فراک پھٹ گیا۔ میرے فراک میں چھید ہو گئے ہیں۔"
وہ روئے جا رہی تھی۔
"تو اسے ٹھیک کروا دیں گے" ممی نے للی کے آنسو پونچھ دیے۔

للی اٹھی اور اپنا نٹ یعنی جال (یاد ہے نا) پکڑ کر باغ میں گئی اس نے دیکھا کہ اس کا خواب جھوٹا تھا۔

تلی ویسے ہی اپنے ہرے پیلے رنگوں میں گلابوں پر اڑ رہی تھی۔ للی کو آتے دیکھ کر وہ بھاگی کہ کہیں جال میں نہ پھنس جائے۔ لیکن للی اپنے برے خواب سے اتنی ڈر گئی تھی کہ اس نے اپنا نٹ پھینک دیا۔

تلی کے پر پہلے جیسے ہی تھے۔ ہرے پیلے، پیارے پیارے !
للی کا فراک بھی ٹھیک تھا۔ کہیں سے بھی کٹا پھٹا نہ تھا۔
جیسے تلی کا خواب جھوٹا نکلا، ویسے ہی سب کے خواب جھوٹے نکلیں۔